اِک کتھا انوکھی

وزیر آغا

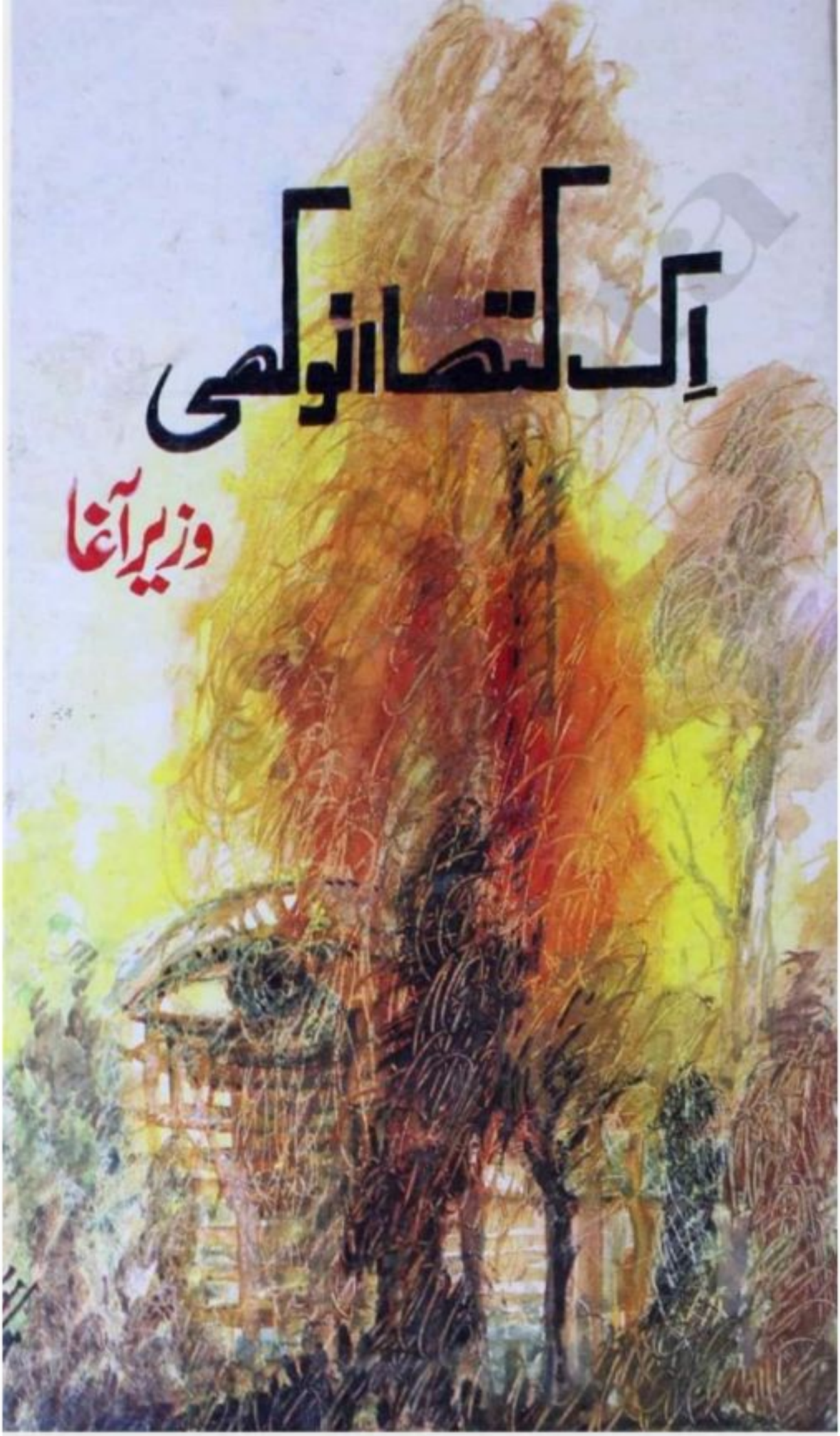

Scanned by CamScanner

اک کتھا انوکھی

وزیر آغا

مکتبہ فکر و خیال لاہور

Scanned by CamScanner

ضابطہ

حقوق ——— بحقِ مصنّف محفوظ

طبع ——— اوّل

ناشر ——— بذلِ ندیم

خطّاطی ——— محمد ارشد ہاشمی

سرورق ——— مُوجد

مطبع ——— آصف اقبال پرنٹرز لاہور

ماہ وسالِ اشاعت ــ اگست ۱۹۹۰ء

قیمت ——— چالیس روپے

مکتبہ فکر وخیال ۲۷ ستلج بلاک اقبال ٹاؤن لاہور

Scanned by CamScanner

قیوّم نظر کی یادیں ـــــ

اُس کی آواز میں تھے سارے خدوخال اُس کے
وہ چہکتا تھا تو ہنستے تھے پَروبال اُس کے

rekhta

Scanned by CamScanner

ہوا سے کہنا !	۵۵
عذاب	۵۷
موت	۵۹
صحرا کی بارش	۶۱
تو پھر اب کیا کریں	۶۳
عجب وہ شخص تھا	۶۵
یہی اپنا ٹھکانہ ہے	۶۷
بن باس	۶۹
پرندو	۷۱
تم نے دیکھا نہیں ہے وہ منظر	۷۳
چوٹ	۷۷
اب اتنی دُور تو مت جاؤ	۷۹
غزلیں	۸۳

Scanned by CamScanner

اک کتھا انوکھی

سفر سے مفر نہیں ہے۔ اکثر لوگ یا تو دائرے کی کھائیوں میں سفر کرتے
ہیں یا پھر خطِ مستقیم پر رواں دواں نظر آتے ہیں لیکن کچھ لوگ ایسے بھی ہیں
جنہوں نے بیک وقت کئی اطراف میں سفر کیا ہے — دائرے میں سفر کرتے
ہوئے انہیں محسوس ہوا کہ انجام اور آغاز کا کوئی وجود نہیں ہے، علت اور
معلول کی حیثیت ثانوی ہے۔ وقت کا ہر نقطہ بیک وقت آغاز بھی ہے
اور انجام بھی — خطِ مستقیم پر سفر کرتے ہوئے انہیں محسوس ہوا کہ کوئی بھی
عمل آغاز اور انجام سے بے نیاز نہیں، زندگی میں کہیں بھی تکرار نہیں ہے۔
قدم قدم پر منظر نامہ تبدیل ہو جاتا ہے۔ خطِ مستقیم کو اختیار نہ کیا جائے
تو زندگی کولہو کے بیل کی طرح ایک ہی دائرے میں گھومتے گھومتے ایک
روز تھک ہار کر رُک جاتی ہے — مگر، جیسا کہ میں نے کہا، اس چند گام
عرصۂ حیات میں کچھ اور طرح کے سفر بھی ہیں۔ مثلاً تہ در تہ سفر جو محض ایک
دائرے کا سفر نہیں بلکہ ایک ایسے چکر دار (SPIRAL) کا سفر ہے جو
دائرہ در دائرہ باہر کی طرف بھی پھیلتا ہے اور اندر کی طرف بھی! تالاب

Scanned by CamScanner

میں کنکر پھینکنے سے ہر دم وسیع سے وسیع تر دائروں کا جو منظر ابھرتا ہے وہ اسی سفر سے مشابہ ہے بشرطیکہ ہم اس کے ساتھ دائرہ در دائرہ سمٹنے کا منظر بھی منسلک کرلیں — پھر ایک سفر عمودی نوعیت کا بھی ہے جو دائرے یا خطِ مستقیم کے سفر سے قطعاً مختلف ہے۔ یہ سفر کائنات اور ذات میں، موجود اور وجود میں، جسم اور روح میں حائل فاصلوں کو عبور کرتا ہے۔ بظاہر یہ اور اسی وضع کے کچھ اور سفر محض چند گام کے ہیں مگر ساری عمر بھی چلتے رہیں تو یہ ختم ہونے میں نہیں آتے۔ تخلیقِ شعر کا عمل بھی مزاجاً ایک ایسا ہی سفر ہے جو دائرے یا خطِ مستقیم کے بجائے بعض پُراسرار ابعاد کے اندر طے ہوتا ہے۔ اسی لیے ہر شعری مہم ایک انوکھی کتھا ہے — اگر وہ انوکھی نہ ہو تو پھر وہ شعری مُہم نہیں، کوئی اور شے ہے۔ ہر نظم بلکہ ہر شعر کی تخلیق ایک نئے دیار میں پا پیادہ سفر کرنے کا نام ہے اور میں اسے اپنی خوش قسمتی سمجھتا ہوں کہ مجھے عُمر بھر اس سفر میں مبتلا رہنے کا موقعہ ملا ہے۔ زیرِ نظر مجموعہ اسی سفر کی ایک صدی، ایک سال یا ایک لمحے کی کہانی ہے۔ اگر قاری میرا ہم سفر بن کر، اس انوکھی کتھا کو میرے ساتھ سننے پر مائل ہو جائے تو میں اسے اپنے لیے ایک بہت بڑی سعادت سمجھوں گا۔

وزیر آغا

سرگودہا ۱۴ اگست ۱۹۹۰ء

طویل نظم

جا بھی چکے تھے اور رُکے بھی کھڑے تھے ہم
اپنے سے دُور جا کے بھی ہم اپنے پاس تھے

Scanned by CamScanner

تمام عُمر پھرے کاسۂ بدن لے کر
کہ جیسے اپنے ہی دستِ گدا میں تھے ہم بھی

rekhta

Scanned by CamScanner

اک کتھا انوکھی

اک جنگل تھا
گھنی گھنیری جھاڑیوں والا
بہت پُرانا جنگل
جس کے اندر
اک کُٹیا میں
اپنے بدن کی چھال میں لپٹا
اپنی کھال کے اندر گم صُم
جانے کب سے
کتنے جُگوں کے
پھٹے پُرانے چوغے پہنے
وہ اک خستہ بیج کی صورت
بے سُدھ
بے آواز پڑا تھا!

Scanned by CamScanner

بادل آتے
کڑک گرج کر اُسے بُلاتے
بن برسے ہی پچھم کی جانب مڑ جاتے
ہَوا دیکھتی آنکھیں
ٹھنڈی پوریں لے کر
اس کے چاروں جانب پھرتی
پر کیا کرتی
گیدڑ، مور، ہرن اور بندر
سب کُٹیا کے باہر ملتے
سبھا جماتے
اس سے کہتے :
"اب تو اٹھ جا
آخری جُگ بھی بیت چکا
سُورج میں کالک آگ آئی
چاند کا ہالہ ٹوٹ گیا
دیکھ کہ گھاس جلی جُھلسی ہے
ندیوں میں جل سُوکھ گیا
جس بھی سنہری بیج سے
یہ برہمانڈ اُگا تھا

واپس شاید اسی کے اندر
اُتر گیا!"
لیکن وہ کُٹیا کے اندر
اپنے بدن کی چھال میں لپٹا
بند پڑا ہے
یوں لگتا ہے جیسے اب وہ
اپنی شکتی کھو بیٹھا ہے
یا پھر باہر آنے سے
وہ ڈرا ہوا ہے
اور برہمانڈ کے
اگ آنے کو
بہت بڑا اک پاپ سمجھتا ہے!

پاپ اور پُن کی کتھا پُرانی
کون اس کو سمجھائے
نازک تتلی رس چوسے
اور بھونرا شور مچائے
رشتے
بانکی موجوں ایسے

Scanned by CamScanner

پلک جھپک کر آئیں
پل بھر رُک کر
گرہ بنائیں
پھر ساحل کی ریل پر
گِر کر
کرچ کرچ ہو جائیں !

سُن کر میری بات کٹیلی
اُس کے لب پر
جاگ اُٹھی مُسکان رسیلی
بوجھل پلکوں کی درزوں سے
جھانکا
اُس کے من کا اُجالا
اُس نے جیسے
کروٹ لی ہے
اور پُوچھا ہے :
کہاں ہوں مَیں ؟ کیا سمے ہوا ہے ؟؟
اس بے انت گھنیری بوجھل نیند سے پہلے
رانجھن، سوہنی ، مرزا ، رادھا ، پُنّوں — سارے

rekhta

Scanned by CamScanner

شبنم کے نمناک ستارے
ان میں سے بھی کوئی بچا ہے ؟
کوئی بچا ہے ؟؟

کون بچا ہے !
آنسو پی کر
رُندھی ہوئی آواز میں اُس سے
مَیں کہتا ہوں :
تُو کس جُگ میں رُکا کھڑا ہے
آنکھیں کھول کے باہر آ
اور دیکھ کہ گلیاں سب
اُجڑی ہیں
گلشن بے آباد ہیں سارے
ریت کے دھارے !
ریت کے دھارے، تیل کے دھارے بن کر
اُبل پڑے ہیں
لوہا جیسے جاگ اُٹھا ہے
چہک رہا ہے
چاروں جانب کُوک رہا ہے
تتلی، بھونرا، کوئل، چڑیا

Scanned by CamScanner

——— سب لوہا ہے
لوہے کے پَر اُگ آئے ہیں !

وہ کہتا ہے :
یہ سب کیسے ہوا ہے بھائی ؟
مَیں جب سویا
ہر شے جاگ رہی تھی
پھُولوں میں رس
ندیوں میں چاندی بہتی تھی
دریاؤں کے پاٹ کشادہ
پیڑوں پر پھل پھُول لگے تھے
گگنے گا بھن ، گری لبالب
نار کی گود ہری تھی
راجہ خوش تھا ، پرجا خوش تھی
دھرتی جیسے کنول کی صورت کِھلی ہوئی تھی !

مَیں کہتا ہوں :
وہ ست جگ تھا سونے والے !
یہ کلجگ ہے
کلجگ ——— جو سرطان کی صورت

Scanned by CamScanner

پھیل چکا ہے
دھواں اُگلتے، آہیں بھرتے
بوڑھی، بانجھ ملوں کے پنجر
کھمبوں کی صورت
دھرتی کے اندر سے جیسے اُگ آئے ہیں
جن کے زہر کو ہم
فصلوں پر
اور بچّوں پر
روز چھڑکتے ہیں
بس کی پُڑیاں
گیس کے گولے
ڈالر، ایڈز، پلاسٹک، پھوڑے
ان میں بانٹ رہے ہیں
دھویں کے کاجل سے
بچّوں کی
ننھی مُنّی سندر آنکھیں "روشن" کر کے
سیب ایسے ان کے گالوں پر
زہریلا، مٹیالا پاؤڈر مل کر
ہم کہتے ہیں:

Scanned by CamScanner

آہا ! کیسا نکل آیا ہے چاند سا مکھڑا
کیسا پیارا پھول کھلا ہے !!

چُپ ہو جاؤ !
پھٹ کر اُس کا اندر جیسے چیخ اُٹھا ہے
رُک جاؤ
وہ چُرمُر ہو کر
منّت کر کے
پوچھ رہا ہے :
یہ سب کیسے ہوا ہے بھائی !
مَیں جب سویا ——

مَیں کہتا ہوں :
نیند کے ماتے !
تُو جب سویا
ہر شے جاگ رہی تھی
صدیوں تک
بیدار رہی تھی
پھر اک دن

Scanned by CamScanner

آکاش سے اک دُم دار ستارہ
آنسو کا اک بھاری پربت
اس دھرتی پر آن گرا تھا
دھرتی جنتا بھول گئی تھی
لوہا، سر پر اک فولادی تاج رکھے
اس دھرتی کا سرتاج ہوا تھا
وہ دن اور پھر آج کا دن
اس دھرتی پر نہ رات آئی
نہ دن نکلا
نہ شام ہوئی ہے
ایک مسلسل آندھی
بے آرام ہوئی ہے
وقت نے اُٹھ کر
اک اندھی رفتار سے خود کو
لیس کیا ہے
بجلی کی سیڑھی پر پہلا قدم رکھا ہے!

سونے والے!
تُو جب خود کو اوڑھ کے سویا

Scanned by CamScanner

کانوں کے پٹ
اندر کی جانب کھلتے تھے
کومل، میٹھی آوازیں تب
اندر سے دستک دیتی تھیں
اندر — جو پریوں کا مسکن
آئسس، شمس، زیوس، شیو — سب کی
آوازوں کا ایک نگر تھا
خود "باہر" بھی
جس "اندر" کا
اک حصّہ تھا!

سونے والے!
تُو گُم صُم، بیہوش پڑا تھا
اور ہم روگی جاگ رہے تھے
یک دَم
ایک پہاڑ پھٹا تھا
پنڈورا کا قفل کھلا تھا
اور بلائیں
چیخوں کی صورت نکلی تھیں

Scanned by CamScanner

کومل، میٹھی آوازوں پر جھپٹ پڑی تھیں
بم، راکٹ، جٹ جمبو، باجے، بھڑک اُٹھے تھے
تُند ہَوا کی چیختی شوکر
پھیل گئی تھی
کانوں کی نابینا آنکھیں
باہر پر مرکوز ہوئی تھیں
"باہر" اور "اندر" میں اک
دیوار کھنچی تھی
تیز نکیلی آوازوں کی
فصل اُگی تھی!

فصل اُگی تھی؟!
مجھے بتا
اس بے سمتی
اس ہا ہا کار میں
چیخوں کی اندھی برکھا
اور چُپ کی
تہ در تہ سلوٹ میں
انسانوں پر کیا بیتی ہے؟

Scanned by CamScanner

کس نے ان کی رکھشا کی ہے ؟

سونے والے !
جب دھرتی پر آوازوں کا شور اُٹھا تھا
اور فولاد کا راج ہوا تھا
انساں سارے
لوہے کے روبوٹ بنے تھے
بے چہرہ ، بے نام ہوئے تھے
کالے پیلے ہندسے بن کر
لفظوں کے آنکھوں پر جیسے ٹوٹ پڑے تھے
اک اک "لفظ" پہ ثبت ہوئے تھے
اور اب
ہندسے ہی ہندسے ہیں
جمع کرو ـــــ تو دُگنے تگنے ہو جاتے ہیں
لاکھوں کا اک لشکر بن کر
آگ اور خون کے کھیل کا منظر
دکھلاتے ہیں
ضرب لگے تو
بھنور سا بن کر تیز ہوا کا ،

Scanned by CamScanner

پاگل بھوتوں کے
وحشی گرداب کی صورت
ایک ہی پل میں
دھرتی اور آکاش سے اُونچے اُٹھ جاتے ہیں
کرد اگر تفریق ـــــ صفر ہو جاتے ہیں !

تُو کہتا ہے :
چُپ کی تہ در تہ سلوٹ میں
انسانوں پر کیا بیتی ہے
کس نے ان کی رکھشا کی ہے ؟
مَیں کہتا ہوں :
ان کو رکھشا کی حاجت ہی کیا ہے
یہ سب
نسلی پاگل پن کی رکھشا میں ہیں !
ساگر جس نے
ان کیڑوں کو جنم دیا تھا
اب اک گندا جوہڑ بن کر
ان کے اندر کے جوہڑ سے
آن ملا ہے

Scanned by CamScanner

ساگر کا اُپمان ہوا ہے
ساگر ماں ہے
ماں ہتھیا
اس کلجگ کا ایمان ہوا ہے !

اور اب ـــــ یہ سب
گندے کیڑے
جنگل پر بھی جھپٹ پڑے ہیں
جنگل جس نے کتنا ان سے
پیار کیا تھا
ان کی کتنی نسلوں کو پالا پوسا
آباد کیا تھا
اب یہ اس جنگل کو
اپنے ساتھ ستی ہو جانے پر
مجبور کریں تو بول
یہ کیسا انیائے ہے !
جنگل جنگل آگ لگی ہے
اور یہ مُورکھ
لُوکے تھامے
جلمگ جلمگ ناچ رہے ہیں

Scanned by CamScanner

گیدڑ، مور، ہرن اور بندر
رو رو کر ہلکان ہوئے ہیں

اندر
ماس کے جلنے کی بدبُو پھیلی ہے

باہر
نیزہ پھن پھیلائے جھوم رہا ہے

اور جنگل کے پنچھی سارے
آگ کے جلتے بجھتے اکھر
دُور ـــــ آکاش کی جانب اُڑ کر
چاند اور سورج کے کنگروں پر
جا بیٹھے ہیں
وہاں سے بُھر کر
حرفوں کے ریزوں کی صورت
دھرتی کے آنگن میں جیسے
آن گرے ہیں
اک منحوس عبارت بن کر
ہم پُرشوں کے ماتھوں پر
مرقوم ہوئے ہیں

Scanned by CamScanner

اور ہم
جو اب پُرش نہیں ہیں
اپنی اپنی قبروں پر ہم
نصب ہوئے ہیں
ہم جو اڑتی کالک اور
آواز کے چاک سے اترے ہوئے
کوزوں کے نقش ہیں
اپنے آپ کی پرچھائیاں ہیں
دھڑ دھڑ جلتے جنگل میں ہم
ننگے پیروں چلتے
اپنے آپ کا اک مدھم سا عکس
ہوا کا لمس بنے ہیں
ہم اب راکھ ہیں اور
ہم سب نے
اپنی راکھ کو
اپنے ہی تاریک مُکھوں پر
تھوپ لیا ہے
آنسو کی بے نام نمی سے
اپنی پیاسی "پیاس" کو بے زنجیر کیا ہے !

Scanned by CamScanner

سونے والے !
تجھ کو شاید خبر نہیں ہے
برسوں پہلے
تیری اس کُٹیا سے دُور
پہاڑ کی اوٹ میں اک قصبہ تھا
اُس قصبے میں
نامی نام کی ایک سہاگن
سدا سہاگن
جانے کب سے
اپنی ہی خوشبو کے اندر
بسی ہوئی تھی
سب کہتے ہیں
اک دن ایسا بھی آیا تھا
اُس خاموش ابھاگن کا اکلوتا بیٹا
جھیل کنارے گیا
مگر لوٹا ہی نہیں تھا
اور وہ عورت
ایک ہی شب میں
کالی بن کر بھڑک اُٹھی تھی

Scanned by CamScanner

"ماں پُترو ! ماں پُترو[1] !" کہتی
قصبے کی گلیوں میں
ساری رات بھٹکتی پھرتی تھی
بند کواڑوں پر
دو ہتڑ مار کے روتی
چیخوں سے حملے کرتی تھی
اور گلیوں میں
جو بچّہ بھی اُس کو ملتا
وہ خونی پنجوں سے اس کی
بوٹی بوٹی کر دیتی تھی
پھر ندّی پر جا کر اُس کو
کھا جاتی تھی !

تجھ کو شاید خبر نہیں ہے
ماں پُترو ! ماں پُترو ! — کی مانوس صدا
بازاروں اور گلیوں سے نکل کر
کھیتوں، ٹنڈ مُنڈ پیڑوں

---

[1] "میان پوترو" — کشمیری زبان کا لفظ بمعنی "میرے بیٹے !"

سُوکھے اور سنسان پہاڑوں
صحراؤں، دریاؤں اور جنگلوں میں پھیل چکی ہے
لچ لچ کرتے شپّرک بن کر
ایک اک شاخ سے جھُول گئی ہے
ایک اک ہونٹ سے
پھُوٹ رہی ہے
تجھ کو شاید خبر نہیں ہے
خود دھرتی بھی
اک شپّرک ہے
نامی نام کی اک ناری ہے
ماں پُترو ! ماں پُترو !—— کہتی
سُورج کی گلیوں میں
چیخیں مار رہی ہے
جُھکے ہوئے آکاش کی
کُنڈ کنگڑی[1] کے اندر
جھانک رہی ہے !

سونے والے !

---

[1] کانگڑی (کشمیر کے لوگ آگ تاپنے کے لیے استعمال کرتے ہیں)

Scanned by CamScanner

تو ـــــ کٹیا کا چھلکا اوڑھے
بیج کی صورت
بند پڑا ہے
اور ہم تیری کھوج میں
نامی نام ہوئے ہیں
کتنے بے آرام ہوئے ہیں
جب سے ہم
"اندر" سے کٹ کر
"باہر" میں آباد ہوئے ہیں
بھاری بوجھل آوازوں کے
قدموں میں پامال ہوئے ہیں
اور ہماری آنکھیں جب سے
اگنی وِش
کی برکھا سے دوچار ہوئی ہیں
آتش بازی کے منظر کا حصّہ بن کر
خود بھی آتش بار ہوئی ہیں
اندر والے دیپ کی
بھینگی خوشبو سے ناراض ہوئی ہیں!

rekhta

Scanned by CamScanner

نیند کے ماتے !

دیکھ ! ـــــ وہ سندر دھوپ

وہ اُونی شال

جسے ہم اوڑھ کے روز پھرا کرتے تھے

دھوپ کہ جس کے لمس میں

ماں کے نرم گداز لبوں کی شیرینی تھی

جس کے سانس میں

مرغابی کے پَر کی گرمی

کچّی نرم سگندھ کلی کی

رچی بسی تھی

وہ ناری

اب آتش پیکر

آتش کا پرکالہ ہے

اک چنگاری ہے

بھڑک اٹھی ہے

آنکھوں کے نغرفوں سے ہم کو

گھُور رہی ہے

ہونٹوں کی محراب سے لُو کے

پھینک رہی ہے !

rekhta

Scanned by CamScanner

سونے والے !
اب تو اُٹھ جا
دیکھ کہ آگ گھنے جنگل کی
آتش ناک بھجنگ کی صورت
شُوک رہی ہے
اور ہَوا
بدمست ہوئی ہے
تجھ کو شاید خبر نہیں ہے
پہلے بھی اک ایسا ہی
طُوفان آیا تھا
تب اک بیج کی کشتی میں تُو
پانی کی شکنوں پر چلتا
ایک پہاڑ پہ جا پہنچا تھا
ایک نیا انکھوا
پھُوٹا تھا
ایک نیا سُورج نکلا تھا !

آج وہی طوفان
نئے انداز میں ہم پر ٹوٹ پڑا ہے

Scanned by CamScanner

لیکن اب کی بار یہ طوفاں
اگنی کا ہے
جلے ہوئے کیسرؔ کے ڈنٹھل
شعلوں کے گرداب
ہُوا کا شور
گھنے بادل کے تن پر
دھڑ دھڑ پڑتے
آگ کے دُرّے
ایک عجب کہرام بپا ہے
تُو ـــــ اپنی کُٹیا کے اندر
بند پڑا ہے
سونے والے !
باہر آ
اور امرت رس سے بھرا ہُوا
مہتاب کا کاسہ
سُورج کے ہاتھوں سے لے کر پی
کہ تیری آنکھ سے پھر

• زعفران

Scanned by CamScanner

کرنوں کا سونا
چشمہ بن کر پھوٹ بہے
اس میرے جگ کو
نئے جنم کی ملے بشارت
میرے مورکھ دل کو بھی آنند ملے
میری آنکھ بھی
کشتی کا بہروپ بھرے
پال اُڑا کر
نورانی موجوں پر سفر کرے
بجھے ہوئے اِس میرے قلم کی
نوک پہ بھی اک
پربت جتنے
شبنم ایسے
لفظ کا دیپ جلے !!
اک "لفظ" کا دیپ جلے !!

Scanned by CamScanner

نظمیں

کہنے کو چند گام تھا یہ عرصۂ حیات
لیکن تمام عُمر ہی چلنا پڑا تجھے

Scanned by CamScanner

کچے گھڑے کی ناؤ میں کرتے رہے سفر
کیسے عجیب لوگ تھے دریا کے پار کے

Scanned by CamScanner

دیوارِ گریہ !

عجب جادو بھری آنکھیں تھیں اُس کی
وہ جب پلکیں اٹھا کر اک نظر تکتی
تو آنکھوں کی سیہ جھیلوں میں
جیسے مچھلیوں کو آگ لگ جاتی
ہزاروں سُرخ ڈورے تلملا کر جست بھرتے
آبِ گم کی قید سے باہر نکلنے کے لیے
سو سو جتن کرتے
مگر مجبور تھے
چاروں طرف آنسو کے گنبد تھے
نمی کے بُلبُلے تھے
اور اک دیوارِ گریہ
جو ازل سے تا ابد پھیلی ہوئی تھی !

Scanned by CamScanner

عجب جادو بھری آنکھیں تھیں اُس کی
بظاہر آنے والوں کو "نہ آنے" کے لیے کہتی
بباطن چاہتی دیوار کو وہ توڑ کر اُس تک پہنچ جائیں !

کھڑا ہوں مَیں پسِ دیوارِ گریہ
نمی کے بُلبلوں کو اُس کی پلکوں پر لرزتے، جھلملاتے
دیکھتا ہوں، اُنگلیوں سے چھُو بھی سکتا ہوں
مگر دیوارِ گریہ کو
اُفق سے تا اُفق پھیلی ہوئی
شیشے کی اس شفّاف چادر کو
کبھی، اب تک تو کوئی توڑ کر آگے نہیں آیا
مَیں اک آنسو بھرے لمحے کی سلوٹ
مَیں کیسے پار کر سکتا ہوں اس کو !!

Scanned by CamScanner

انگیٹھی !

بدن اُس کا
ہزاروں سُرخ پھُولوں سے فروزاں تھا
تمازت اور خوشبو ـــــ دو جواں سکھیاں
اُسے سرگوشیوں میں چھیڑتی تھیں
خوشی کی آنے والی ساعتِ نایاب سے
اس کو ڈراتی تھیں
اُسے ، برفاب سپنوں کے پگھلنے کا
عجب منظر دکھاتی تھیں !

اور اب چاروں طرف
یخ بستگی ہے
بکھرتی راکھ نے سب سُرخ پھُولوں کو بجھایا ہے
تمازت اور خوشبو

Scanned by CamScanner

دَم بخود ہیں
سیاہی، قطرہ قطرہ
نرم بادل کی سیہ تب سے ٹپک کر
بیاضِ ارض کو گدلا رہی ہے
کواڑوں کی چھپی درزوں سے
ٹھنڈی یخ ہُوا کمرے کے اندر آ رہی ہے
سُلگتے کوئلوں کو کھا رہی ہے !!

چرنوبل!

خود اپنے تن کی گرمی سے پگھلنا
موم ہو جانا
عناناؔ کا خود اپنی کوکھ کے اندر اُتر جانا
سفیدی اور سیاہی کا چمکنا
ایک ہو جانا
زمیں کے بازوؤں میں جھولنا
مستی سی بن کر
چار سُو اُڑنا
محبت کے سندیسے بھیجنا
سینے سے چمٹانا
یہی اُس کا تھا افسانہ!

اور اب اُس کا پگھلنا

نہ INNANA

Scanned by CamScanner

اک قیامت ہے
زمیں کی کوکھ میں ہیجان ہے
آکاش ـــــ اک تانبے کا خیمہ ہے
ہوا نے بھر لیا ہے، اپنا نافہ
اُس کے جلتے جسم کی بُو سے
ہوا اب چوکڑی بھرنے کو ہے
اُڑنے کو ہے ـــــ پاگل ہوا
اب سبز کھیتوں، ناچتے شہروں میں جائے گی
پھلوں، پھولوں، چہکتی کونپلوں کو چھو کے گزرے گی
بدن کی خاک میں اُترے گی اور بیمار نسلوں
خون کے پیاسے سیہ کانٹوں کی صورت
اُگ پڑے گی
سُرمئی ناگوں کی صورت
پھیل جائے گی!

ہوا اب مشک بُو ہے
قہر ہے
یہ خوب رو پاگل ہوا
اب زہر ہے !!

Scanned by CamScanner

وہ کیا ہے ؟

وہ کیا ہے
جس کی خاطر میں پہاڑوں، ریگ زاروں
بند گلیوں
تنگ، گُنجلی گھاٹیوں میں گھومتا ہوں ؟
لہو بن کر
بدن میں دوڑتا ہوں
کبھی سرکش ہَوا کی موج ہوں مَیں
کبھی لاوے کی صورت رینگتا ہوں
وہ کیا ہے جس کی صورت سے بھی مَیں واقف نہیں ہوں
جسے مَیں نے کبھی دیکھا نہیں ہے
مگر جو ہر جگہ ہے
ہر بُنِ مُو سے اُگی ہے
کرن کی قوس میں

Scanned by CamScanner

چُپ کی چُبھن میں
سانپ کی پُتلی میں
اور سورج مُکھی کی آنکھ میں موجود ہے
جو رات کے پچھلے پہر شبنم میں ڈھلتی ہے
سحر دم اک عجب چہکار بنتی ہے
کبھی جب شام کی ڈولی
تھکے ہارے ہوئے بادل کے شانوں سے اُترتی ہے
تو میری تشنہ لب آنکھوں کو
اک ٹھنڈا ستارہ بن کے ڈستی ہے
تمہاری راہ تکتی ہے !

Scanned by CamScanner

خاک کا رزق تھا وہ

پَو پھٹی
رات نے گھبرا کے کہا :
مَیں تو برباد ہوئی
میرا خیمہ، میری چادر، میری توقیر گئی
مَیں تو تاراج ہوئی !

دُور
اک بانسری
اک شہد کی پیاسی مکھّی
رس بھرے ہونٹوں سے
امرت بھرے پھُولوں کے کناروں سے اُڑی
اور بولی :
مَیں تو سرشار ہوئی

Scanned by CamScanner

گنگناتی ہوئی آواز بنی
رقص کرتی ہوئی رفتار ہوئی !

اور وہ شخص
خُنک نیند، دہکتی ہوئی بیداری کے
(دُھوپ اور سائے کے)
موہوم سے سنگم پہ کہیں
سبز صدیوں سے لبالب بھرے
ساگر کے کنارے پر رُکا
اک لرزتا ہُوا شفاف سا
آنسو بن کر
اپنی پلکوں سے گرا
خاک کا رزق تھا وہ
خاک ہُوا !!

Scanned by CamScanner

اک ڈری ہوئی آواز

رات کو جب تاروں کی آنکھیں
گھورنے لگتیں
اور شب کے ناراض پرندے
تیز کٹیلے خنجر ایسے پنجے لے کر
ہر سُو اُڑتے
گہرے جنگل کے اندر سے
لال انگارہ بھوکی نظریں
باڑے پر مرکوز دکھائی دینے لگتیں
تو ــــــ ایسے میں
مَیں، اپنے بستر میں دبکا
اک بھاری کمبل میں لپٹا
آنکھیں میچے
آنے والی سبز رُتوں کے منتظر تکتا

Scanned by CamScanner

اپنی آنکھ کے ٹھہرے موسم میں خوش رہتا
پر شب کی برفیلی، خونی، گھورتی آنکھیں
گھنی گھنیری باڑ کو تنکا تنکا کر کے
ٹھہری آنکھ کے باڑے کے اندر آجاتیں
ممیاتی خوشیوں کو ہانک کے لے جاتیں
جنگل کے گہرے سایوں میں
آوازوں کے قتل کا منظر لَو دیتا
پھر بجھ جاتا
پھر سناٹا
پھر باڑے میں
اک ڈری ہوئی آواز
اکیلی ـــــ ممیاتی آواز !!

Scanned by CamScanner

سنّاٹا

سنّاٹا ــــ اک چیز عجب ہے !
ننھی مُنّی ، دانہ دُنکا چگتی آوازوں کا
بہت پُرانا دشمن ہے !

سنّاٹا ، اک چیز عجب ہے
پت جھڑ کی پھیلی چادر پر
پھُول ایسے قدموں کی آہٹ
چھوٹے سے اک کنکر کے گرنے پر
نیلی جھیل سے قازوں کی پرواز
چھنکتی چاندی کی پازیب سے ٹُوٹی
اک پیاسی چہکار
سبھی شرمیلی ، ڈرتی چھن چھن اُڑتی
آوازوں کا

Scanned by CamScanner

سناٹا ـــــ اک بہت پرانا دشمن ہے !

سناٹا، اک چیز عجب ہے
چڑیوں کی آوازوں کا جب بھوجن کر کے
پھولے پیٹ کو سہلاتا ہے
اور پھر
گہری بوجھل نیند میں کھو جاتا ہے
تو اس کے خراٹوں کی آواز
اُچھلتی، بل کھاتی
اک موج ہوا کی بن جاتی ہے
سناٹے کے سیلِ رواں کی
اپنی اک بھاری آواز اُبھر آتی ہے !!

Scanned by CamScanner

کہاں گئی ہو!

کہاں گئی ہو ؟
فلک کے اُس پار جا بسی ہو ؟
زمیں کی گہری گپھا کے اندر اُتر گئی ہو
کہاں گئی ہو ؟

تمہارے ہونے سے دل جواں
رہگزر رواں تھی
گلاب چہروں سے ساری بستی مہک اٹھی تھی
خوشی، مکانوں کے سائفروں سے چھلک پڑی تھی
تمہارے جانے کے بعد
اب کچھ رہا نہیں ہے
اُداس شاخوں میں
اک بھی بھیگی صدا نہیں ہے

Scanned by CamScanner

ہوا سے خوشبو
زمیں سے برکھا خفا کھڑی ہے !

کہاں گئی ہو ؟
رسیلی، میٹھی، گداز ـــــ گھی میں گُندھی رُتو
تم کہاں گئی ہو ؟ ؟

---

rekhta

Scanned by CamScanner

اگر آج تم ——!

اگر آج پھر دن ڈھلے تم
پہن کر وہی اپنا پہلا سجیلا بدن
آ گئی ہو
مجھے پھر کسی سرپھری موج کے رُوپ میں
کف اُڑاتے ہوئے دیکھنا چاہتی ہو
تو آؤ —— قریب آ کے دیکھو
کہ مَیں تو ہزاروں برس سے
شب و روز ساحل کی جانب
تمہاری ہی جانب
اُمنڈتا رہا ہوں
کبھی مَیں نے سوچا نہیں تھا
کہ اک روز جب مَیں چٹانوں کے قدموں میں
ساحل کی بھیگی ہوئی ریت پر آ کے بچھنے لگوں گا
تمہارے قدم چھُو سکوں گا

Scanned by CamScanner

تمہیں ـــــ اس جگہ، ان چٹانوں کے نیچے
بچھی ریت پر
اک نہ اک دن تو آنا تھا
سو آ گئی ہو
مجھے اس جگہ روز آنے کی عادت ہے ـــــ میں
اپنی عادت سے مجبور ہوں
آ گیا ہوں
مگر مجھ میں اور تم میں
رشتے کی وہ ریشمیں ڈور سی
اب کہاں ہے ؟
زمانہ ـــــ کماں سے نکلتا ہوا تیر تھا
جا چکا ہے
مَیں اک خستہ تن موج ہوں
ٹوٹ جانے کو ہوں
اور تم
سچ بتاؤ ، تمہیں اب یہاں سے کہاں
کس طرف کُوچ کرنا ہے ؟؟

Scanned by CamScanner

ہَوا سے کہنا!

ہَوا سے کہنا
خدا را اتنی نہ تیز آئے
کہ سبز پتّے
لچکتی شاخوں سے ٹوٹ کر گر پڑیں
زمیں پر
ہَوا سے کہنا!

ہَوا کے چرکے
نجانے کب سے مَیں سہہ رہا ہوں
مگر یہ چرکا تو سارے چرکوں سے سخت تر ہے
کہ سبز پیڑوں سے چادریں بھی اُتار لے وہ
تمام گہنے بھی چھین لے وہ
برہنگی کا عذاب نازل کرے زمیں پر

Scanned by CamScanner

زمیں کے معصوم باسیوں پر

برہنگی سے نہیں ہے بڑھ کر عذاب کوئی
ہُوا سے کہنا !

ہُوا سے کہنا
خدا را اتنی نہ تیز آئے !!

Scanned by CamScanner

عذاب!

ہَوا ـــــ ابھی چلی نہیں
ابھی نگر کے سارے پیڑ چُپ کھڑے ہیں
دَم بخود ہے ان کے پاؤں میں زمیں
فضا میں دُور دُور تک کوئی پرند بھی نہیں
کہاں گئے وہ سبز طشت گھاس کے، کہاں گئے
وہ موتیے کے پھُول چاند رات کے
کدھر گئے وہ نیل سر، وہ دُودھ جھیل
خواب کی؟

دہکتا سُرخ کوئلہ سا آفتاب
دھوئیں کے زہر میں بجھے
ہزار تیر پھینکتا
بدن کی ساری پسلیوں کو توڑتا، ہَوا کی

Scanned by CamScanner

نالیوں کو بند کر کے جھومتا
کراہتی زمین پر
عذاب بن کے ٹوٹتا
دہکتا سُرخ کوئلہ ـــــــ اُتر چکا ہے
تن کی پور پور میں
اُتر رہا ہے روح کے غبار میں

مَیں کیا کروں ؟
کہاں چھُپوں ؟
تمام پیڑ بے لباس
تمام سائباں پھٹے
کہو نہیں کہ شام اب قریب ہے
کہ شام خود بھی آگ ہے
سگار کی سفید نرم راکھ میں ـــــــ

rekhta

Scanned by CamScanner

موت!

ٹھنڈا، کڑوا ـــــ کرب
جو میری اک اک رگ میں
آتش خیز مواد کی صورت چھپا پڑا تھا
آگ کے بھیگے لمس کا طالب
پنبہ پنبہ، تنکا تنکا، جمع ہوا تھا
آج کہیں سے اُڑتا ہوا اک تُند شرارہ
اس کے تنکوں کو تاراج
گھروں اور طاقوں کو کافور کئے
اک سانپ کی صورت نشوونما ہے
مجھ کو خس کا اک جلتا انبار بنا کر
ننھے مُنے پھولوں کی بھیگی آنکھوں کو
راکھ بنانے آپہنچا ہے!

rekhta

Scanned by CamScanner

کرب کی بھی تو آخر کوئی صورت ہوگی
اُبلی آنکھیں، گندے لانبے دانت، اُدھڑتی کھال
نکیلے ناخن،
پر یہ کیسا کرب ہے جس کے
چہرے پر کوئی نقش نہیں ہے
کیسا زہر ہے جس کا کوئی نام نہیں ہے !؟

Scanned by CamScanner

صحرا کی بارش!

کہاں ہے وہ بادل ؟
پرندے کہاں ہیں ؟
کہاں ہیں وہ صحرا کے سینے سے
دَم بھر میں
باہر کی جانب اُمڈتے، لپکتے ہوئے
سُرخ پھُولوں کے کوندے ؟
جو ندّی کے ویراں کناروں کی
بے آب درزوں میں
سوئے پڑے تھے
کہاں ہے وہ برکھا
کہ جس نے ہتھیلی کی ریکھا کو
خوشبو بھرے دُودھ سے بھر دیا تھا ؟
کہاں ہے وہ ندّی

Scanned by CamScanner

کہ جس نے مجھے
اپنے بنجر کناروں پہ اُگنے، ہمکنے دیا تھا ؟
مجھے ایک پل کے لیے
اک لرزتے ہوئے سبز قطرے کی صورت
کراں تا کراں پھیلے صحرا کی
پتھریلی چُپ کے مقابل
کھڑا کر دیا تھا ؟ ؟

Scanned by CamScanner

تو پھر اب کیا کریں !

تو پھر اب کیا کریں
کس سمت جائیں
رات کے کڑوے کسیلے جنگلوں میں صبح تک بھٹکیں ؟
یا اس صدیوں پُرانے
سنگِ مرمر کے گھِسے زینے پہ
ڈر ڈر کر قدم رکھتے
خود اپنے آپ میں اُتریں ؟

تو پھر اب کیا کریں !
آکاش پر تاروں کے کانٹے ہیں
زمیں، کُبڑی غُصیلی جھاڑیوں سے اَٹ چکی ہے
چمکتی تُند آنکھوں سے بھری ہے
دُکھن سی ہر طرف پھیلی ہوئی ہے !

Scanned by CamScanner

تو پھر اب کیا کریں !
مُشکیں کسی ہیں
لب سِلے ہیں
اور بُجھی آنکھیں
گڑھوں میں دھنس گئی ہیں
فقط کانوں کے در وا ہیں
دہکتی، ڈستی باتوں کے
سیہ سنپولیے
کانوں میں گھستے جا رہے ہیں
بدن میں زہر سے لبریز شُوکر بھر گئی ہے
نڈر تھی روح لیکن ڈر گئی ہے
تو پھر اب کیا کریں !!

Scanned by CamScanner

عجب وہ شخص تھا!

عجب وہ شخص تھا
دن بھر خود اپنے تن کے مرقد میں پڑا رہتا
مگر جب رات آتی
آسماں کے پار کوئی روشنی سی جھلملاتی
روشنی کی دُودھیا آنکھیں
فلک کے روزنوں سے جھانکتیں ـــــ تو وہ
اُچک کر، اپنی آنکھوں کے سیہ پٹ کھول کر
باہر نکل آتا
تھکے ہارے ہوئے گاؤں سے ہٹ کر
لرزتی، جھلملاتی چاندنی کے
طشت میں رُک کر
خود اپنے پاؤں کی ایڑی کو مرکز مان کر
چکر لگاتا ـــــ گھومنے لگتا
سحر تک گھومتا جاتا

Scanned by CamScanner

یہی اپنا ٹھکانہ ہے!

ستارہ جیسے آنسو ہے
تری پلکوں پہ آکر رُک گیا ہے، تجھ سے کہتا ہے:
یونہی بس دو گھڑی رُک لوں ـــــ تو چلتا ہوں
مجھے بھیگی ہوئی کچھ اور پلکوں پر بھی جانا ہے
مسافر ہوں، مسافر کا بھلا کوئی ٹھکانہ ہے!

ستارہ اک مسافر ہے
ابھی کچھ دیر وہ مہماں ہے تیرا
پھر اس کے بعد ـــــ کالی رات کی پلکوں پہ چمکے گا
سحر دم، اوس بن کر پھول کی
آنکھوں میں اُترے گا
پھر اس کے بعد ـــــ جب گہری گھنیری
شام آئے گی

Scanned by CamScanner

تو وہ بھی ساتھ آئے گا
مرا دیکھے گا مجھ کو
اور پھر یک دم پروں کو جوڑ کر
اک تیر کے مانند جھپٹے گا
مری بھیگی ہوئی پلکوں پہ اُترے گا
اُتر کر پر سمیٹے گا
کہے گا: بس یہی منزل تھی میری
اسی بستی میں آخر ایک دن ہم سب کو آنا ہے
یہی اپنا ٹھکانہ ہے !!

Scanned by CamScanner

بن باس

وہ ـــــ دو بھائی
ایک ہی جڑ سے انکھوے
بن کر پھوٹے
اک نے پیڑ کا سوانگ رچایا
دوسرا ـــــ تنگ کلادے میں سے
زور لگا کر نکلا ـــــ اور آزاد ہوا
اک اک جنگلی پھول سے اُس نے پیار کیا
کیڑے، بھونرے
مدھ مکھیوں کے چھتے
نیلے کچ اکاش کے ساگر میں بہتے
کونجوں کے بجرے
سب کو ـــــ ہاں اُن سب کو اُس نے
اپنا یار بنایا

rekhta

Scanned by CamScanner

بادل بھونکے، بجلی کی غرّاہٹ جاگی، تُند ہَوا نے
اپنے آپ سے باہر آکر، پاگل پن میں
ٹکّر مار کے پیڑ گرائے
پَر بکھرائے، پھُولوں کو تاراج کیا
تو ایسے میں بھی، اُس نے اپنے
سب یاروں کا ساتھ دیا

پھر لمحے جاگے
سال بنے
پھر سال اُچھل کر صدیوں میں تبدیل ہوئے
پھر صدیاں اُس کو ساتھ لیے
کیا جانے کن رستوں پہ گئیں
کن ریت بھرے صحراؤں میں روپوش ہوئیں

پر اُس کا جُڑواں بھائی اب تک
گھنی گھنیری چھاؤں اوڑھے
اپنی جڑ سے جُڑا ہوا مجبوس کھڑا ہے
اُس کا رستہ دیکھ رہا ہے !!

Scanned by CamScanner

پرندو !

پرندو !
خاک پر چلتے رہو
چلتے رہو پیہم
لکھو ــــ لکھتے رہو
پنجوں کے دلکش مُوقلم سے
اک انوکھی داستاں ہر دم
زمیں سے رزق چُننے کے بہانے
بکھیرو ہر طرف قصّے پُرانے
ازل سے تا ابد
لاکھوں کروڑوں "نُور کے سالوں" کی حد تک
رقم کرتے چلو تاریخ ساری
کچھ اپنی، کچھ ہماری
گئے اس خاکداں کی

rekhta

Scanned by CamScanner

اور کبھی آکاش کے
ان خوب رُو ٹھنڈے ستاروں کی
لکھو ـــــ لکھتے چلے جاؤ
ہَوا چلنے سے پہلے جس قدر بھی لکھ سکو ـــــ لکھو

پرندو !
خاک پر چلتے رہو
چلتے رہو ـــــ یوں ہی
لکھو ـــــ لکھتے رہو
لکھتے رہو ـــــ یُوں ہی !!

Scanned by CamScanner

تم نے دیکھا نہیں ہے وہ منظر!

نہیں! تم نے دیکھا نہیں ہے وہ منظر
وہ منظر کہ جب چاند
گھرتا ہے بھاری سیہ بادلوں میں
تو وہ کیسے
گھبرا کے آگے کو بڑھتا ہے
یوں — جیسے اک تیز قینچی
کھلے گرم کپڑے کے تھانوں
کی گہری تہوں میں
اُترتی چلی جا رہی ہو
مگر ہاتھ
قینچی چلاتا ہوا ہاتھ
نظروں سے اوجھل ہو!

Scanned by CamScanner

تم کیسے جانو
گھنے گھور جنگل میں وہ خود تو
غائب تھا
لیکن کسی شے کے چلنے
لپکنے کا منظر
مسلسل نظر آ رہا تھا
نظر آ رہا تھا کہ کیسے درختوں کی باہیں
کڑکتی تھیں
کیسے سیہ ناگ دو نیم ہو کر درختوں سے گرتے تھے
اور سبز بیلوں کی پتلی، گندھی
پیچ در پیچ آنتوں کے کٹنے کی
آواز آتی تھی
کیسے ـــــ کٹاؤ کی ضربِ مسلسل سے
گہرے، گھنے، سبز جنگل میں
تلوار کی دھار ایسا
منوّر سا اک راستہ
بن رہا تھا!

نہیں! تم نے دیکھا نہیں ہے وہ منظر

rekhta

Scanned by CamScanner

تمہیں تو خبر ہی نہیں ہے کہ مَیں کیسے
اُس تیز تلوار کی دھار ایسے
چمکتے ہوئے راستے پر
رواں تھا
مری انگلیوں میں قلم
سامنے
سبز لفظوں کا جنگل کراں تا کراں تھا
نہیں !
تم نے دیکھا نہیں ہے وہ منظر
مَیں کیسے، تعاقب میں اُس کے
خود اپنے ہی اندر کے جنگل میں
داخل ہُوا
کُنڈ پوکھر میں اُترا
خود اپنے ہی پاتال میں جاگرا
اور میرے عقب میں
گھنے، گہرے جنگل کی بانہوں سے لپٹے
سیہ، شُوکتے
پیچ در پیچ سانپوں نے
اک جال سا

Scanned by CamScanner

بُن دیا
واپسی کا کوئی اک بھی رستہ نہ رہنے دیا !

مگر وہ چمکتا ہوا اک گنڈاسہ
کہ بجلی کا کوندا تھا
ہر دم مرے سامنے
کوندتا اور لپکتا رہا
اور مَیں ؟
مگر تم نے دیکھا نہیں ہے وہ منظر !!

Scanned by CamScanner

چوٹ!

ان کو گھر کا نام نہ دینا
گھانس پھونس کے
لکڑی یا اینٹوں کے گھروندے
مَیں گر ان سے ناتہ جوڑوں
یہ بھی مجھ سے ناتہ جوڑیں
ناتہ توڑوں
یہ بھی سارے ناتے توڑیں
یاد کہاں رکھتے ہیں مکیں کو
جانے والے
آنے والے
سب لوگوں سے یہ بیگانے
اپنی ہی خوشبو کے قیدی
اپنی ہی آواز کو جانیں!

Scanned by CamScanner

میرا گھر تو میرا تن ہے
جنم جنم کے قول نبھائے
جینے مرنے
سپنے تکنے
سپنوں کی ڈوری میں بندھ کر
لمبے کڑے سفر کرنے کی
ہر بپتا میں
ہر آفت میں
ساتھ مرا وہ دیتا جائے
میرے دُکھ میں اپنا درد ملائے
میرا سارا بوجھ اٹھائے
میں جب ٹوٹوں
اس کے اندر بھی جیسے
کوئی چیز
چٹخ کر ٹوٹے
اک جھنکار سی آئے
پھر جیسے کوئی اپنے آنسو ضبط کرے
اور ——— رُندھی ہوئی آواز میں پوچھے :
چوٹ بہت گہری تو نہیں تھی ؟؟

Scanned by CamScanner

اب اتنی دُور تو مت جاؤ!

نورانی پیکر تو بہت ہیں
کیا ایسی کوئی ہستی بھی ہے
جس کے سینے کے معبد میں
اک گیلی لکڑی صندل کی
سُلگ رہی ہو؟
خوشبو ہی خوشبو پھیلی ہو؟
شور مچاتی، دل دہلاتی
آگ کی شوکر
گزر چکی ہو
ڈرے ہوئے جسموں کی بھگدڑ
ختم ہوئی ہو
ٹھنڈی میٹھی اک سرگوشی
راکھ ہوئے میدان میں پھرتی

Scanned by CamScanner

زخموں پر پھاہے رکھتی ہو ؟
بازو سے لٹکی چھاگل سے
سُوکھے ہونٹ ہرے کرتی ہو ؟
اور ہَوا میں
اپنے دونوں ہات اُٹھا کر
جانے والوں کے دامن کو پکڑ رہی ہو
اور کہتی ہو :
رُک جاؤ !
اے لوگو ! اک پَل رُک جاؤ
اب اتنی دُور تو مت جاؤ
تم اتنی دُور تو مت جاؤ !!

Scanned by CamScanner

غزلیں

کھڑکیوں میں جا بجا سوچتے مناظر تھے
آنسوؤں میں تر بتر وہ سفر ہی ایسا تھا

Scanned by CamScanner

اب تو آرام کریں سوچتی آنکھیں میری
رات کا آخری تارہ بھی ہے جانے والا

rekhta

Scanned by CamScanner

بے صدا ، دم بخود فضا سے ڈر
خشک پتہ ہے تُو ، ہَوا سے ڈر

کورے کاغذ کی سادگی پہ نہ جا
گُنگ لفظوں کی اِس ردا سے ڈر

آسماں سے نہ اِس قدر گھبرا
تُو زمیں کی سزا جزا سے ڈر

rekhta

Scanned by CamScanner

جانے کس کھونٹ تجھ کو لے جائیں
شاہ زادے! نقوشِ پا سے ڈر

ترکِ دستِ طلب پہ مت اترا
اپنے دل میں چھپے گدا سے ڈر

اُس کے ہاتھوں سے بچ سکا ہے کون
خود کو جھوٹے نہ دے دلاسے، ڈر

ڈر صداؤں سے مت، کہا تھا تجھے
اب تُو اپنی صدائے پا سے ڈر

عرش تک بھی اڑان ہے اپنی
ہم پرندوں کی بددعا سے ڈر

آرزو اک نئے جنم کی نہ کر
اتنی لمبی کڑی سزا سے ڈر

Scanned by CamScanner

دکھ بھری اپنی کہانی جو سُنا دی ہم نے
دیکھ اے شخص! تجھے کیسی سزا دی ہم نے

کیا عجب آئے اِدھر بھی وہ ہَوا کا جھونکا
گھر کی دہلیز پہ اک شمع جلا دی ہم نے

بانسری بول رہی تھی کہ اِدھر آ جاؤ
اُس کی آواز میں آواز ملا دی ہم نے

rekhta

Scanned by CamScanner

بات بس یہ تھی کہ ہم پھولوں سے مسمار ہوئے
لے تجھے اتنی سی یہ بات بتا دی ہم نے

ہم نے گر توڑ ہی ڈالے تھے وہ بندھن تو بتا
ہر کڑے وقت میں کیوں تجھ کو صدا دی ہم نے؟

بے خطا ہے تو اُسے کیوں ہے ندامت اتنی
اپنے ہی گھر کو اگر آگ لگا دی ہم نے

دیکھئے ملتی ہے اب اُس کو سزا یا کہ جزا
تیرے انصاف کی زنجیر ہلا دی ہم نے

اب تو یوں لگتا ہے اے گردشِ پیہم جیسے
عُمر ساری کسی خیمہ میں بتا دی ہم نے

Scanned by CamScanner

سفر تمام ہوا اور جہان باقی ہے
رُکو نہیں کہ ابھی آسمان باقی ہے

چلو مٹا دیے سارے نشانِ پا تُو نے
بیاضِ دل پہ یہ کیسا نشان باقی ہے

کرم کرے نہ کرے اور صدا سُنے نہ سُنے
یقین ختم ہوا، اب گمان باقی ہے

rekhta

Scanned by CamScanner

پہاڑ، ابر، ستارہ، کلی، ہوا، خوشبو
ہے کون جس کا یہ طرزِ بیان باقی ہے

مرے بدن میں مکیں ہے ابھی تری خوشبو
مکاں کے ساتھ ابھی لامکان باقی ہے

سخن کے ٹوٹ چکے اُس سے سلسلے سارے
بس ایک رنجشِ لب، درمیان باقی ہے

نہ چھت رہی ہے نہ چھتنار، پھر بھی کہتے ہو
فلک کا سر پہ ابھی سائبان باقی ہے

ابھی سے جانے لگے ہو ذرا ٹھہر جاؤ
ابھی پہاڑ سی یہ داستان باقی ہے

تکان نام اسی کیفیت کا ہے شاید
لہو بدن میں نہیں اور جان باقی ہے

Scanned by CamScanner

لُٹا کر ہم نے پتّوں کے خزانے
ہواؤں سے سُنے قصّے پُرانے

کھلونے برف کے کیوں بن گئے ہیں
تمہاری آنکھ میں اشکوں کے دانے

چلو اچھا ہُوا بادل تو برسا
جلایا تھا بہت اُس بے وفا نے

rekhta

Scanned by CamScanner

یہ میری سوچتی آنکھیں کہ جن میں
گزرتے ہی نہیں گزرے زمانے

ہَوا کے ساتھ نکلوں گا سفر کو
جو دی مہلت مجھے میرے خُدا نے

بتا کس نے کیا پاگل گلی کو
سُلگتی شاخِ صندل نے؟ جنا نے؟

سرِ مژگاں وہ دیکھو جل اُٹھے ہیں
دیے جتنے بُجھائے تھے ہَوا نے

Scanned by CamScanner

اس گریۂ پیہم کی اذیت سے بچا دے
آوازِ جرس! اب کے برس مجھ کو ہنسا دے

یا ابرِ کرم بن کے برس خشک زمیں پر
یا پیاس کے صحرا میں مجھے جینا سکھا دے

میں بھی تری خوشبو ہوں مری سمت بھی تُو دیکھ
مہلت تجھے گر سلسلۂ موجِ صبا دے

rekhta

Scanned by CamScanner

سُورج نے مجھے برف کیا ہے تو تجھے کیا
کیا تجھ کو اگر برف مجھے آگ لگا دے

ایسا بھی نہیں ہے کہ فقط خاک نشیں ہوں
آجائے ہَوا آ کے مری خاک اڑا دے

خوشبو کی طرح دربدری خُو ہو مری گر
بے شک تو مجھے میری نگاہوں میں گرا دے

کانٹے کی جراحت سے بھی مر جاتے ہیں کچھ لوگ
رکھ حوصلہ، اتنی بھی نہ اب خود کو سزا دے

یا ربّ! تیری رحمت کا طلب گار ہے یہ بھی
تھوڑی سی مرے شہر کو بھی آب و ہَوا دے

کیا تیرا بگڑتا ہے اگر چاندنی شب تُو
اک بار مجھے پھر میری آواز سُنا دے

Scanned by CamScanner

گُل نے خوشبو کو تج دیا نہ رہا
خود سے خود کو کیا جُدا نہ رہا

رات دیکھے سفر کے خواب بہت
پَو پھٹی جب تو حوصلہ نہ رہا

قافلہ اُس کے دم قدم سے تھا
چل دیا وہ تو قافلہ نہ رہا

لہ مشتاق قمر کی یاد میں

rekhta

Scanned by CamScanner

ربط اُس کا زماں سے کیا رہتا
جب زمیں ہی سے سلسلہ نہ رہا

ترک کر خامشی کا مسلک ، سُن
ہو گیا جو بھی بے صدا نہ رہا

عُمر بھر اس نے بے وفائی کی
عُمر سے بھی وہ باوفا نہ رہا

آنکھ کھولی تو دُوریاں تھیں بہت
آنکھ میچی تو فاصلہ نہ رہا

کس کی خوشبو نے بھر دیا تھا اُسے
اُس کے اندر کوئی خلا نہ رہا

Scanned by CamScanner

خود سے ہُوا جُدا تو ملا مرتبہ تجھے
آزاد ہو کے مجھ سے مگر کیا ملا تجھے

اک لحظہ اپنی آنکھ میں تُو جھانک لے اگر
آؤں نظر میں بکھرا ہُوا جا بجا تجھے

تھا مجھ کو تیرا پھینکا ہُوا پھول ہی بہت
لفظوں کا اہتمام بھی کرنا پڑا تجھے

rekhta

Scanned by CamScanner

یہ اور بات میں نے صدائیں ہزار دیں
آئی نہ دشتِ ہول سے اک بھی صدا تجھے

تُو نے بھی خود کو مرکزِ عالم سمجھ لیا
لگ ہی گئی زمانے کی آخر ہَوا تجھے

کیا قہر ہے کہ رنگوں کے اس ازدحام میں
جُز رنگِ زرد اور نہ کچھ بھی ملا تجھے

[illegible]وں نے تار تار کیا آسماں تمام
[illegible]را اس تاروں بھری یہ ردا تجھے

…م رہے سفر میں ترا ناقۂ خیال
دیتا رہوں میں روز یہی بددُعا تجھے

کہنے کو چند گام تھا یہ عرصۂ حیات
لیکن تمام عُمر ہی چلنا پڑا تجھے

Scanned by CamScanner